سانحہ لال مسجد اور حالات کے تقاضے

جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں مفصل خطاب

مولانا فضل الرحمٰن
امیر جمعیت علمائے اسلام

اکابر علماء کرام اور طلبائے عزیز! میرے لئے انتہائی سعادت کی بات ہے کہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد کی نئی زندگی کے آغاز میں آپ کے ساتھ شریک مجلس ہورہا ہوں، یہ ادارے اسلام کے قلعے اور ہماری اور آپ کی وہ مانوس آماجگاہیں ہیں جن کے احاطے میں بیٹھ کر ہم سکون محسوس کرتے ہیں اور خود کو محفوظ تصور کرتے ہیں یہاں ہمیں سکون ہوتا ہے یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ حق اور باطل دونوں اس دنیا کی حقیقتیں ہیں دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کی مد مقابل رہے ہیں حق اور باطل کے درمیان التباس، مذموم چیز ہے، نہ تو حق کو چھپانے کی اجازت ہے، بلکہ اس کو ہمیشہ ممتاز رکھنا ہمیشہ نمایاں رکھنا اہل حق کی ذمہ داری ہوتی ہے اور نہ ہی حق اور باطل کے درمیان التباس (خلط ملط کرنے) کی اجازت ہے لیکن جس چیز کا نام حق ہو تو اس کا معنٰی یہ ہوتا ہے کہ وہ ''ہے'' یعنی اس کا ہونا یقینی ہے، وہ ثابت ہے اور جس چیز کا نام باطل ہو اس کا نہ ہونا یقینی ہے مٹ جانا یقینی ہے، حق اور باطل کے اس معنیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کے چار وسیلے اور ذریعے بتائے ہیں اور اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھا کر فرماتے ہیں (**والعصر ان الانسان لفی خسر**) زمانے کی قسم! انسان خسارے میں ہے۔ مگر چار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو کامیابی کی ضمانت فراہم کرتی ہیں پہلی چیز ہے، ایمان اور ایمان اندرونی رسوخ کا نام ہے، دل کی یقین کا نام ہے اللہ تعالیٰ اور جو کچھ اس نے ہمیں عطاء کیا ہے اس پر ہمارا دل مکمل طور پر مطمئن ہو کہ کسی قسم کے شک کا اس میں کوئی شائبہ نہ ہو تو یہ انسان کی کامیابی کی پہلی علامت ہے، کامیابی کا دوسرا ذریعہ **وعملو الصالحات** کہ پھر اس کا عمل عقیدے کے مطابق ہو، یہ نہیں کہ ایمان تو آپ کا کچھ اور عمل کچھ ہو، لہٰذا عمل کا وہی طریقہ ہونا چاہئے جو قرآن کریم نے اور جناب رسولؐ نے امت کو عطاء کیا ہے ہم اس عمل کے مظہر ثابت

ہوں تو پھر تقویت ہوگی ایمان اور عمل کے بیچ میں۔ اگر نماز پر ایمان ہے کہ فرض ہے لیکن پڑھنا نہیں، روزے پر ایمان ہے لیکن رکھتا نہیں، زکوٰۃ پر ایمان ہے لیکن ادا نہیں کرتا تو بنیادی چیز عقیدے کی پختگی اور اس کے ساتھ عمل کی مطابقت ہے چنانچہ ارشاد فرمایا "الاالذین اٰمنو وعملو الصّٰلحٰت" اور تیسری چیز "وتواصو ابالحق" کہ حق کا پرچار بھی کریں یہ نہیں کہ حق تو پہچان لیا اس پر عمل بھی کرلیا اور بس...... بلکہ حق کا پرچار کریں اور "وتواصو بالحق" میں حق مطلق ہے اور جو چیز مطلق ذکر ہو خارج میں اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے اب حق کے لئے خارج میں فرد کامل کیا ہو، اس کا تعین ہم اپنے حالات اور ماحول کے مطابق کرتے ہیں محلے میں ہم کسی کمزور آدمی کو دیکھیں کہ وہ کوئی غلط کام کرتا ہے تو ہم اس کو جھاڑ پلا دیتے ہیں، ایک دو تھپڑ بھی لگا دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم حق سے عہدہ برآں ہو گئے ہم نے حق کا حق ادا کر دیا لیکن یہ حق کا فرد کامل نہیں ہے، بلکہ جب حق کو پہچانا ہے تو پھر باطل کو بھی ذرا پہچان لو، کیونکہ **تعرف الاشیاء باضد ادھار** اور یہ بھی جان لو کہ باطل جتنا بڑا ہوگا، جتنا طاقتور ہوگا اور جتنی بڑی قوت کے ساتھ وہ حق پر حملہ آور ہوگا تو سمجھو کہ اب یہ باطل کا فرد کامل ہے اور اس باطل کے مقابلے میں جب تم حق کی بات کرو گے تو پھر یہ حق کا فرد کامل تصور کیا جائے گا، لہٰذا اگر کوئی شخص حکمران کی تو خاشامد کرے، چاہے وہ باطل ہوں یا حق پر اور ایک غریب، کمزور آدمی کو تھپڑ مار دے...... اس سے حق کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے، اس لحاظ سے آج کے دور میں جب پوری دنیا کے باطل کا فرد کامل، امریکہ جیسی قوت اگر ہماری پیچھے پڑ گئی ہے۔ داڑھی اور پگڑی پر حملہ آور ہے دینی مدرسے اور اس کے غریب طالب علم پر حملہ آور ہے قرآن وسنت کے طالب علم اور اس کے استاد پر حملہ آور ہے تو پھر اس سے اطمینان ہوتا ہے کہ الحمدللہ حق کے اس معیار پر آج کے دور میں ہم پورا اتر رہے ہیں ہمیں کوئی پشیمانی نہیں ہے اپنی پوزیشن پر۔

ہم حق کے اس معنیٰ کو کیوں مراد لیتے ہیں؟ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حکمران سے ٹکراؤ حکمران کی سطح پر باطل کو چیلنج کرنا...... اس دنیا میں کافر حکمران بھی گزرے ہیں، بتوں کو پوجنے والے، آگ کو پوجنے والے، خدا کا انکار کرنے والے لوگ...... جبکہ معاشرے میں رعایا کے اندر عبادت کرنے والے لوگ بھی موجود، خدا کو سجدہ کرنے والے لوگ بھی موجود، وعظ ونصیحت کرنے والے لوگ بھی موجود...... لیکن ان کو کبھی بھی حکمرانوں نے اپنے لئے خطرہ تصور نہیں کیا بلکہ الٹا ان کو عزت دیتے تھے کہ یہ نیک لوگ ہیں اچھے لوگ ہیں، لیکن اگر کبھی باطل کے اقتدار کو اور اس کی حاکمیت کو چیلنج کیا کہ: تم باطل ہو، تم ظالم ہو، تمہیں انسانیت پر حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں، تو پھر پوری تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ کسی ایک حکمران نے بھی اس چیلنج کو برداشت نہیں کیا، اور پھر حق کو ملیا میٹ کرنے کے لئے باطل کا فرد کامل اپنے تمام تر وسائل کو استعمال کرتا ہے اس کے اقتدار کو چیلنج کرنے والا اس کے لئے مباح

الدم ہوجاتا ہے، کسی قیمت پر اس کو یہ برداشت نہیں کہ آپ اس کے اقتدار کو چیلنج کریں تو پھر اس باطل کی طرف سے اذیتیں آتی ہیں، تکلیفیں اور آزمائشیں آتی ہیں اور سب سے بڑی آزمائشیں تاریخ انسانی میں اگر آئی ہیں تو انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی جماعت پر آئی ہیں اور پھر ان کے رفقاء پر...... کہ اس وقت کے کفر کے اقتدار کو انہوں نے چیلنج کیا اور پھر کیا کیا مظالم ان پر نہیں ڈھائے گئے، اب جب آپ یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہوں کہ آپ باطل کے اقتدار کو چیلنج کر رہے ہیں اس کی ظالمانہ حاکمیت کو آپ چیلنج کر رہے ہیں تو فطری طور پر ان کی طرف سے اذیتیں آئیں گی، تکلیفیں آئیں گی اور اگر حق والے وسائل کے لحاظ سے کمزور ہوں اور پیچھے کی طرف آگئے تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا: **وتواصو بالصبر** : اللہ نے انسان کی کامیابی کا چوتھا ذریعہ جو بتایا وہ صبر ہے، استقلال اور استقامت ہو۔

آپ کے اندر ٹھہراؤ ہونا چاہئے تو یہ چار چیزیں کہ وہ انسان جو ہر لحاظ سے خسارے میں ہے، یہ چار چیزیں ہیں کہ اگر وہ ان کو اپناتا ہے تو اس خسارے سے بچ سکتا ہے۔

اب ایک مسلمان کو قرآن کریم کی بیان کردہ اس حقیقت کا مظہر ہونا چاہئے اور ہم مدرسے کے طالب علم ہیں، ہم یہ تمام فنون، اس لئے پڑھتے ہیں کہ ہمارے اندر استعداد پیدا ہو اور پھر ہم قرآن وحدیث کو سمجھیں، ہمارے مدارس میں جو موقوف علیہ کے طالب علم بھی ہوتے ہیں وہ جب مشکوٰۃ شریف کا آغاز کرتے ہیں، دورہ حدیث کے طالب علم جب صحیح بخاری کا آغاز کرتے ہیں تو پہلی حدیث جو پڑھائی جاتی ہے، وہ ہے، "**انما الاعمال بالنیات**" کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور نیت عمل ہے قلب (دل) کا یہی نیت مدار ہے اجروثواب کا، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم جو بھی کچھ کریں جب تک وہ خالصتاً اللہ کی رضاء کے لئے نہ ہو تو وہ وزن میں بہت ہی کمزور ہوجاتا ہے، کیونکہ اللہ کے ہاں ہر عمل تولا جاتا ہے، اس کی نیت کی بنیاد پر، جس طرح کی نیت ہوگی اتنا اس کا وزن ہوگا الحمدللہ ہمارے اس دور کے نوجوانوں کو بھی اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہے تو بنیادی چیز دل کی نیت ہے وہ اساسی کردار ہے انسان کی زندگی کا۔

اور علماء کرام موجود ہیں کہ صحابہ کرامؓ جو بدوی لوگ تھے پہلے پہل اسلام میں داخل ہوئے اسلام کے آداب تک سے واقف نہیں ہوتے تھے ایسی ایسی باتیں کرجاتے تھے کہ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرتی تھیں، طبیعت کے اندر ایک تنگی سی پیدا ہوجاتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا" **واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ**" کہ یہ لوگ جو صبح وشام صرف اور صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں یہ اگر کبھی ایسی ناگوار قسم کی حرکتیں کرجائیں تو اس پر صبر کیا کرو اور کبھی اپنی نگاہ رحمت ان سے پھیر نہ لینا ان فقیروں، بدوی، غریب اور مسکین لوگوں سے جن کا دن رات اللہ کی رضاء کے حصول کی جدوجہد

میں گزرتا ہے یہ آپ کی نگاہ رحمت کے محتاج ہیں اور میں تو اپنے جماعتی احباب سے کہتا رہتا ہوں کہ جماعتی زندگی میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ کبھی کبھار تو ہمارے گریبانوں تک ان کے ہاتھ پہنچ جاتے ہیں مگر ہم اس پر صبر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مخلص لوگ ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ وہ بھی ہوتے ہیں جو ہمارے ہی ماحول میں ہوتے ہیں وہ لوگ جو دنیا پرست ہیں کہ جب جماعت ایک قوت بن جاتی ہے تو پھر اس کے قریب آتے ہیں اس کے حلقے میں شامل ہوتے ہیں جیسے آج کے زمانے کے نواب، سردار، خوانین...... جن کا مقصد سوائے دنیا کے کچھ نہیں ایسے لوگ ہر زمانے میں ہوتے ہیں تو اس کے لئے بھی اللہ کریم نے اپنی تعلیمات سے نوازا اور فرمایا" **ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا وتبع هواه وكان امره فرطاً**" کہ جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے فارغ کر دیا ہے اور وہ صرف خواہشات کی تابعداری کرتے ہیں ایسے لوگوں کی پیروی نہ کرنا"

لیکن یہ بات ہمیں ملحوظ نظر رکھنی چاہئے کہ جو نظام اللہ چلاتا ہے جو فیصلے وہ کرتا ہے جس کو ہم عام طور پر تقدیر کہتے ہیں اس سے نہ ہمارا کوئی سروکار ہے نہ اللہ کی قدرت پر ہماری کوئی قدرت چلتی ہے اس نے جو کرنا ہے اپنی مرضی سے کرتا ہے، لیکن ہماری دنیا ہے جیسے ہم اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں یہ دنیا پھر بہر حال تقدیر کی نہیں تدبیر کی دنیا ہے اور اس زندگی میں سب سے بنیادی دخل شورائیت کو حاصل ہے فرمایا" **وامرهم شوری بینهم**...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت، جو اپنی تئیں خود ایک اتھارٹی تھی اور وہ خود جو فیصلہ کرتے، قیامت تک پوری امت اس کی پابند تھی اس سے انحراف کی گنجائش نہ تھی تاہم اگر کوئی بات کی وحی ذریعے نہیں پہنچتی تھی تو ایسے معاملات میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں، صحابہ کرامؓ کے ساتھ مشورہ کرتے تھے، کتنی بڑی اہمیت ہے اس شورائیت کی اور پھر تدبیر بھی ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے کہ ہر معاملے کے انجام کار پر آپ کی نظر ہو کہ اس معاملہ کو ہم نے اپنی تدبیر کے مطابق کس نتیجے پر پہنچانا ہے تو سب سے اولین چیز یہ ہے کہ جب ہم مشورہ کرنے بیٹھیں تو ایک معاملے پر سوچ بچار کریں تدبیر کا مظاہرہ کریں تدبر کا مظاہرہ کریں اور یہ تدبیر اور تدبر تبھی کامیاب ہوگی جب اس کے تقاضے پورے کریں یہ ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے اور ہم اسی کے مکلف ہیں آگے پھر اللہ جانے اللہ تعالیٰ نے جدوجہد کی ذمہ داری انسان پر ڈال دی ہے اور نتیجہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا نہیں چاہتے تھے کہ سارا عرب مسلمان ہو جائے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ چاہتے کہ آپؐ کے خاندان والے تو سارے مسلمان ہوتے؟ اور سب سے قریب ترین اپنے چچا ابو طالب...... کتنی دل میں تڑپ ہوگی کہ آخری لمحوں میں ایمان تو لے آئیں اور کتنی محنت کی ہوگی آپ نے لیکن اللہ فرماتے ہیں: **انک لاتهدی من احببت ولكن الله يهدى من يشآء**...... نتیجہ میرے ہاتھ میں ہے **یا یها الرسول بلغ ماانزل الیک**، ایک پیغمبرؐ کے لئے اتنا ہی کافی ہے لیکن جو ذمہ داری عائد کی گئی اس فرض کی

فرضیت اور اہمیت کا احساس......اب احساس بھی پیدا ہو گیا کہ بہت بڑا فرض ہے اس کے وجوب وفرضیت اور اس کی اہمیت کا، لیکن اب دشمن بھی پیدا ہو رہا ہے اور جس درجے کا حق ہے اور جس قوت کو میں چیلنج کر رہا ہوں اس کے مقابلے میں جو اذیتیں آئیں گی جو آزمائشیں اور جو مصیبتیں آئیں گی کہ ساری زندگی محنت کی کوشش کی، لڑتا رہا، جھگڑتا رہا اور تمام محنتوں کے نتیجے میں کچھ بھی ہاتھ نہ آیا پھر دل ٹوٹ جاتا ہے، خطرہ ہوتا ہے کہ دشمن مجھے مار نہ دے تو ایسے موقع پر فرمایا: **واللہ یعصمک من الناس**" جان کی پرواہ مت کرو جان کی حفاظت کرنے والا اللہ ہے چلو! جان کی بھی پرواہ نہیں، پہریداروں کو کہہ دیا: جاؤ، اپنا کام کرو، اب اللہ نے یہ ذمہ داری لے لی کوئی دنیاوی طاقت میرا بال بیکا نہیں کر سکتی ختم ہو گئی بات، لیکن اب یہ کہ میں محنت تو کروں، زندگی ساری اس میں گزار دوں اور نتیجہ یہ کہ کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہو رہا، کتنے انبیاء تھے جن کی دعوت صدیوں پر محیط تھی لیکن ان میں ایسے بھی ہیں کہ ایک امتی بھی نہیں ملا کسی کو صرف ایک، کسی کو دو اور کسی کو تین امتی ملے، کسی کو امتیوں کی ایک چھوٹی سے جماعت ملی اور محنت صدیوں پر محیط تھی......فرمایا: **ان اللہ لایھدی القوم الکافرین** یہ میرا مسئلہ ہے یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے میں کسی کو ہدایت نہیں دیتا تو وہ کیا کرے گا تب اطمینان ہو جاتا ہے کہ بس ٹھیک ہے نتیجہ آپ کے ہاتھ میں ہے تو پھر ہم کیوں کرب میں مبتلا رہے، ہم کیوں اس غم میں پڑیں کہ لوگوں نے میری بات نہیں مانی، لوگ جماعت میں شامل نہیں ہوئے لوگوں نے ووٹ نہیں دیا؟ ہمیں اس کرب میں کیوں مبتلا ہونا چاہیے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس امت پر، کہ اتنی اتنی آسانیاں آپ کے کام، جدوجہد اور محنت پر آپ کے حوالے کیں، تو جب امور اجتماعیہ ہوں قومی معاملات ہوں جس کا اثر پوری امت پر پڑتا ہو، پوری قوم پر پڑتا ہو ان کے اندر شورائیت، مشورہ، تجویز، تدبیر اور تدبر، یہ سب وہ تقاضے ہیں جو ہم نے پورے کرنے ہیں اور اگر ہم نے یہ پورے نہ کیے تو پھر ہم سے پوچھا جائے گا کہ: اچھا......نقصان تو تجھے ہوا لیکن تو نے مشورہ بھی کیا تھا؟......**فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون**" مشکلات تیرے اوپر آئیں لیکن تو نے یہ کام کیا؟ یہ کیا، یہ کیا، یہ شرعی تقاضا پورا کیا تھا؟

آپ جانتے ہیں کہ تاریخ میں مسلمانوں پر بڑی تکلیف کے ادوار گزرے ہیں لیکن آج کے دور کی تکلیف کسی دور سے کم نہیں ہے اور آپ یقین جانئے! جس وقت افغانستان پر امریکہ حملہ کر چکا تھا اس کا ایک مہینہ گزر چکا تھا اور میں نظر بند تھا، نظر بندی میں مجھے اطلاع ملی کہ طالبان سقوط کر گئے، افراتفری مچ گئی ہے صفیں بکھر گئی ہیں، بہت سے لوگ پاکستانی سرحدات کراس کر کے اس طرف آ گئے ہیں تو مجھے یہ احساس ہوا کہ جیسے ہمارے اوپر 1857ء کی جنگ آزادی کا دور آ گیا ہے برصغیر میں 1857ء ایک ایسا واقعہ ہے کہ جس نے پورے ہندوستان کی سیاست کا کایا پلٹ دی تھی اور ہمارے وہ اکابرین جو اس سرزمین پر ان سے بڑا کوئی مجاہد نہیں تھا جن کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی

ہیں کن کن محاذوں پر جا کرانہوں نے معرکے لڑے، کیسے حالات سے دوچار ہوگئے کہ اب شاید وہ آزادی کی جنگ لڑنے کی بجائے اپنے دین اپنے علم، قرآن وحدیث کو بچانے کی فکر میں لگ گئے کہ اب اس کو بچانا کیسے ہے؟ اور یہ احساس انہیں دیوبند کی ایک مسجد چھتہ اور انار کے ایک درخت کے سایہ میں لے آیا ایک استاد اور ایک شاگرد کا ماحول...... کیا ان کے سامنے یہ احساس نہیں ہوگا کہ اتنی بڑی قربانیوں کے بعد آج ہم جائیں اور گاؤں کی ایک چھوٹی سی مسجد کے درخت کے نیچے بیٹھیں؟ کسی نے ان کو نہیں کہا ہوگا کہ ہمیں مروا دیا، پورے ہندوستان کے طول وعرض میں ہماری لاشیں بکھری ہوئی ہیں ہمارا خون بکھرا ہوا ہے اور تم لے آئے ہمیں گاؤں کی ایک مسجد میں؟ یہاں آکر بیٹھ گئے ہو...؟ لیکن وہ دور اندیش لوگ تھے حالات کے نبض پر ان کے ہاتھ تھے سوچتے تھے کہ میں نے اپنی عزت کے لئے نہیں لڑنا ہے، میں نے اپنے مفاد کے لئے نہیں لڑنا، میں نے اپنی عار کے لئے نہیں لڑنا، میں جو کچھ کر رہا ہوں اس دین کے لئے کر رہا ہوں تب تک دین کے لئے وہ مفید تھا، تو آج یہ دین کی ضرورت ہے اس چیز کو وہ لوگ سمجھ چکے تھے مطمع نظر صرف دین...... کہ اسے بچانا کیسے ہے؟ کس طرح آگے جانا ہے، ہم نے......؟ ورنہ سب جانتے ہیں کہ اس خطے میں امریکہ مردہ باد کا نعرہ اس آبپارہ چوک میں سب سے پہلے میں نے بلند کیا تھا، آپ کی لال مسجد سے جلوس نکالا تھا، میں نے چیلنج دیا تھا امریکہ کو...... میری ایک تقریر پر دنیا کے 62 ممالک کے امریکی سفارتخانے بند ہوگئے تھے میری ایک تقریر پر پاکستان میں امریکی سفارتخانے بند ہوگئے تھے میری ایک تقریر پاکستان میں امریکی سفارتخانے کے تمام عملہ واپس بھیج دیا گیا تھا، سخت گفتگو کرنا، چیلنج کرنا، میدان میں کھڑے ہوکر ہم اس وقت اس پوزیشن میں تھے افغانستان میں اس داڑھی، پگڑی کی حکومت تھی، پاکستان میں اس حوالے سے تحریک اٹھی ہوئی تھی لوگ آپ کے ساتھ تھے، ایک سیاسی محاذ پر ہم نے آواز بلند کی اگر افغانستان میں حکومت تھی تو یہاں سے سیاسی سپورٹ مل رہی تھی ان کو ہم نے اسلحہ نہیں دیا تھا ہم نے سیاسی روش اختیار کی، جلسے جلوس کی روش اختیار کی اور اس موقع پر جس دن میں گوادر گیا تو گوادر میں امریکی بحری بیڑے کھڑے تھے جو وہاں کی نئی بننے والی بندرگاہ پر کام کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ یہ آرہا ہے تو ہم جا رہے ہیں پھر ہم نکل رہے ہیں، ان کو بڑی مشکل سے سمجھانا پڑا کہ بھئی! وہ ایک عالم دین اور مقرر آدمی ہے یہاں جلسہ میں تقریر کر کے چلا جائے گا، کوئی آپ پر حملہ نہیں کر رہا لیکن جس دن میں گوادر میں تھا اس دن وہ اپنے بحری بیڑے سے کام کے لئے باہر نہیں نکلے، جب میں وہاں سے نکلا تب وہ باہر آئے یہ دن بھی ہم نے گزارے ہیں اور آج آپ جو ہمارے برخوردار ہیں، ہماری اولاد ہیں ہمارے بچے ہیں آپ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم بھول گئے ہیں، اب آپ ہمیں پڑھا رہے ہیں اور احساس دلا رہے ہیں:

یاد رکھئے! کفر واسلام کے درمیان نظریاتی تقسیم حتمی ہے اور یہ ہر قیمت پر موجود رہے گی یہ قیامت تک کے لئے

ہے فرمایا لکم دینکم ولی دین تمہارا دین الگ، ہمارا دین الگ، ہمارا اپنا نظریاتی مقام، تمہارا اپنا نظریاتی مقام اس پر کوئی کمپرومائز نہیں ہوسکتا، کبھی لڑائی ہوگی کبھی صلح ہوگی لیکن لڑائی ہوگی تو اسی بنیاد پر ہوگی صلح ہوگی تو اسی بنیاد پر اس لکیر کو درمیان سے محو نہیں کیا جاسکتا، ہم حکومت میں نہ ہوں اپوزیشن میں ہوں لڑ رہے ہوں تو اسی بنیاد پر کبھی صلح کی بات آتی ہے وان جنحو اللسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللّٰہ اور آگے ہے ان یکدعوک فحسبک اللّٰہ اتحاد کرکے اور مصالحت کی طرف بلاکر، معاہدے کی طرف بلاکر دھوکہ دینا چاہیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہیں کہ فکر مت کرو، کچھ نہیں بگڑتا لیکن اپنا منصب آپ لوگوں کو بھولنا نہیں چاہئیں کہ میں ہوں کون؟ کس چیز کی میں نمائندگی کررہا ہوں۔

آج کل آپ میرا بیان اخبارات میں پڑھتے ہوں گے، میرے خیال میں حزب اختلاف والے حکومت کیخلاف اتنا بیان نہیں دیتے ہوں گے جس طرح میں ان پر تنقید کرتا ہوں اور صاف صاف کہتا ہوں کہ یہ چونکہ میرے معاہدے کی ان ترجیحات کے خلاف ہے اور ابھی جو پارلیمنٹ کا ان کیمرہ اجلاس ہوا میڈیا والے نہیں تھے اس کے اندر ایک ایسا مرحلہ ہمارے اوپر آیا کہ جہاں ایک بار پھر ہمیں بھرپور قوت کے ساتھ اپنا مؤقف بتانا پڑا اور میں آپ کو بتادوں کہ ایک بریفنگ فوج کی طرف سے دی گئی اور دوسری بریفنگ حکومت کی طرف سے پوری پارلیمنٹ کی سوچ بدل گئی ہمارے خلاف، اور جو تھوڑے بہت ہمارے ہمدرد تھے انہوں نے بھی کہا چھوڑو تم مولویوں نے بیڑہ غرق کر دیا ہے تو یہ ہمارے لئے امتحان کا مرحلہ تھا اور میں نے ان دنوں یہ بیان دیا کہ میں بھی تو حکومت کا حصہ ہوں لہٰذا جب تک میری طرف سے بریفنگ نہیں ہے اس وقت تک حکومتی بریفنگ مکمل نہیں ہوگی لہٰذا جو معلومات میں فراہم کروں گا اس کو جمع کرو اس کے ساتھ...... لیکن اس کی اجازت مجھے نہیں دی گئی اور کہا گیا کہ آپ اکیلے بریفنگ نہیں دیں گے بلکہ آپ نے اپنے نمبر پر تقریر کرنی ہے، پھر میں نے کہا کہ مجھے پہلے مقرر کی حیثیت دی جائے، لیکن بہر حال لیڈر آف دی اپوزیشن چونکہ روایات کے مطابق بحث کا آغاز کرتا ہے تو وہ موقع تو ہم نے دیدیا پھر اس کے بعد میری تقریر ہوئی اور آپ حضرات کی دعائیں تھیں اور دوستوں کی دعائیں تھی کہ ایک گھنٹے کی تقریر میں ہم نے پوری پارلیمنٹ کی سوچ بالکل تبدیل کردی اور بڑی صراحت کے ساتھ تمام تر دلائل کے ساتھ، کوئی گالم گلوچ کے ساتھ نہیں اور نعرے بازیوں کے ساتھ نہیں......

اور ہمارا ہمیشہ ایک دعویٰ رہا ہے اور ہم مطمئن ہیں اس بات پر کہ اس دنیا میں جو اس وقت جنگ چل رہی ہے اس میں ہم حق پر ہیں اب ایک ہے اسلحہ کی قوت تو ظاہر ہے اسلحہ کی قوت ان کے پاس زیادہ ہے مار رہے ہیں آگ لگی ہوئی ہے اور ایک ہے دلیل کی قوت سو وہ ہمارے پاس ہے، ہم ہمیشہ کہتے ہیں کہ آؤ! بات کرو مسئلے کو میز پر حل کریں

بات چیت کرتے ہیں'' اس پر وہ نہیں آتے کئی سال پہلے یہاں برطانیہ کا وزیر خارجہ آیا تھا، غلطی سے اس نے کھانے پر ہمیں بھی بلا لیا، اور ہم پانچ پاکستانی جماعتوں کی قیادت وہاں بیٹھی ہوئی تھی جب ان سے میں نے اس موضوع پر بحث شروع کی تو آپ یقین جانئے! کہ آدھے گھنٹے میں اس نے ہاتھ اٹھا لیئے اور کہا کہ میں آپ کے دلائل سے متفق ہوں میرے پاس آپ کا کوئی جواب نہیں ہے تو آج بھی ان کے پاس اس ظلم کا کوئی جواب نہیں ہے، اسرائیل آج بمباریاں کر رہا ہے 500 فلسطینی اس وقت تک شہید ہو چکے ہیں غزہ کا پچیس فیصد علاقہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے اور امریکہ ہے کہ وہ اسرائیل کے خلاف قرارداد پاس نہیں ہونے دے رہا، لمبا کر رہا ہے معاملے کو اور لمبا کر رہا ہے تاکہ اس وقت تک وہ اپنی کاروائی مکمل کر دے جو اس نے کرنا ہے۔

تو اب ایسے حالات نہیں ہیں میرے بھائیو! کہ ہم ٹکڑوں ٹکڑوں میں مشورے کریں اور فیصلے کریں، یہ وقت ہے کہ ہم سوچیں اور میں آج بھی دعوے سے کہتا ہوں اور میں نے کبھی یہ بات چھپائی نہیں ہے اور ہر دوست سے یہ کہی ہے کہ پاکستان کی حدود کے اندر جنگ امریکہ کو تقویت دیتی ہے آج قبائل اگر پاکستان میں لڑ رہے ہیں اور پاکستان میں مصروف ہیں تو اس سے افغانستان کے اندر مجاہدین کی دفاعی قوت کمزور ہو جاتی ہے حالانکہ اصل ہدف افغانستان میں استحکام ہے تو افغانستان کے سرحدات سے باہر جنگ جتنی پھیلتی ہے امریکی اس کو اپنے لئے سہولت تصور کرتے ہیں اور یہ چیزیں ہمارے درمیان باعث مذاکرہ ہیں کہ ہم مذاکرہ کریں اس پر اور اس بات کو سمجھیں۔

کیونکہ اصل اساس دو چیزیں ہیں اور دونوں پر ہمارا اتفاق ہے ایک ہے اسلام...... تو ہمارے درمیان اس پر کیا اختلاف ہے؟ ایک مقصد عقیدہ اور فکر میں کوئی اختلاف نہیں اس کی تفصیلات اور جزئیات میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے اور دوسرا...... امریکہ دشمنی کہ امریکہ اور مغربی قوتیں اسلام دشمن ہیں وہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ چاہتی ہیں اور وہ اس خطے کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتی ہیں قوموں کی آزادی چھیننا چاہتے ہیں یہ ایسی چیز ہے جس پر کوئی اختلاف نہیں تو جب یہ دو بنیادی چیزیں ہمارے درمیان متفق علیہ ہیں تو پھر باقی چیزیں محتاج مشاورت ہیں محتاج مذاکرہ ہیں اور ہماری مسلسل یہ کوشش رہتی ہے پوری جماعت کو ہماری طرف سے یہ ہدایات ہیں کہ ہمارے ساتھی ملک میں جہاں جہاں بھی ہیں وہاں پر اگر کوئی تنظیم موجود ہے ان کے ساتھ رابطے میں رہیں رابطے نہیں توڑے ان کے ساتھ ہاں! اپنی بات سمجھائیں کہ جو خون رائیگاں جا رہا ہے وہ اسلام کا متاع اور اثاثہ ہے اور پھر اس دور میں سازشیں ہو رہی ہیں آپ نے سازش دیکھی......؟ کچھ سمجھا اسے......؟ کچھ سوچا اس پر......؟ کہ آگ برسا کر بچیاں اور بچے زندہ جلا دئے گئے اور ماضی کے حوالے سے ہم جو جلیانوالہ باغ کا ذکر کرتے ہیں کہ جس طرح جلیانوالہ باغ کا واقعہ ہوا، وہ تاریخ نہیں بھول سکتی...... ہم نے کہا مت کرو ایسا لیکن ہوا کیا......؟

اور میں ایجنسیوں کی صلاحیتوں کو سلام پیش کرتا ہوں بخدا......! کہ جس نے معصوم طلباء وطالبات پر ظلم کیا جس نے تہہ تیغ کیا ایسا چکر چلایا انہوں نے...... کہ اشتعال میں آکر انتقال میں آکر ہمارے نوجوان کا ہاتھ جہاں ان کے گریبان میں پڑنا چاہیئے تھا اس کا ہاتھ جمیعت علماء اسلام اور وفاق المدارس کے گریبان میں پڑ گیا ساری لڑائی کا رخ پھیر دیا گیا یہ کیا تھا......؟ کسی نے نہیں سوچا اس کے اوپر...... اور پھر اس پر جو فطری اشتعال اور ناراضگی پیدا ہوتی ہے اس کا رخ کس طرف پھیر دیا گیا......؟ اور وہ خود کیا...... کہ

دامن پہ کوئی داغ نہ خنجر پہ کوئی چھینٹ　　　　تم قتل کرو ہو، کہ کرامات کرو ہو

اور جیسے میں نے عرض کیا کہ پاکستان کے اندر جنگ، ہمارے اپنے ملک کے ساتھ فوج کے ساتھ ان کے اداروں کے ساتھ مڈبھیڑ ہو جائے یہ شاید ان کے ریلیف دے، ہمیں ریلیف نہ دے ہمیں فائدہ نہ دے، یہ ہماری مشکلات میں اضافہ کر سکتا ہے یہ مساجد و مدرسے ان کو امن کے گہوارے رہنے دیں...... میں بھی تو ایک مدرسے والا ہوں، میں بھی تو ایک مسجد والا ہوں، میں بھی تو ایک مدرس ہوں، اگر چہ اب مجھے پڑھنے پڑھانے کے مواقع نہیں مل رہے لیکن میں بھی ایک مدرس ہوں ایک مدرس کا بیٹا ہوں ایک مولوی ہوں، ایک مولوی کا بیٹا ہوں، ایک مولوی کا پوتا ہوں اسی ماحول کا بندہ ہوں، انہی مدارس کا طالب علم ہوں، انہی چٹائیوں پر بیٹھ کر میں نے پڑھا ہے اس سے پہلے میں وہاں بیٹھا ہوا تھا جہاں آپ بیٹھے ہوئے ہیں، انہیں استادوں سے میں پڑھا ہوں تو کیا آج آپ اس مدرسے اور مسجد کی حرمت کو سمجھتے ہیں...... اور ہم اس کی حرمت کو نہیں سمجھتے......؟ اور یہ بات یاد رکھیں کہ ہمیشہ کے لئے تحریکوں کو تباہ و برباد کرنا، جماعتوں کو تباہ برباد کرنا، اس کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ پہلے اپنے بڑوں کے خلاف عدم اعتماد اور ناراضگیاں اور بداعتمادیاں پھیلائی جاتی ہیں اور یہ کیفیت جب پیدا ہو جائے تو پھر صفیں ٹوٹ جاتی ہیں لہٰذا یہ چیزیں مدنظر ہونی چاہئیں اور میں نے کہا کہ جب میں بھی ایک مسجد اور مدرسے والا ہوں تو کیا میں اپنی مسجد میں بندوق اٹھا کر مورچہ بنانے کے لئے تیار ہوں......؟ نہیں اور اگر میں تیار نہیں ہوں اور اس کو مفید نہیں سمجھتا تو میں آپ کو کیسے مشورہ دے سکتا ہوں کہ تکڑے رہو ڈٹ جاؤ یہ کیسے ممکن ہے میرے لئے؟ اور میں نے علماء کرام سے یہی کہا کہ اگر آپ میں سے کوئی بھی اپنے مدرسے کو مورچہ بنانے کے لئے تیار ہے تو پھر ان بھائیوں کو ضرور کہو کہ ڈٹ جاؤ اور اگر تم اپنے مدرسے میں عافیت چاہتے اور اس چیز کو مفید نہیں سمجھتے تو پھر ان بھائیوں کی کمر کیوں تھپکا رہے ہو؟ کہ تکڑے رہو، ڈٹ جاؤ کوئی بھی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا فوج میں اختلاف ہو گیا آپ پر حملہ ہو گا تو فوج آپس میں لڑے گی...... یہ اطلاعات کس نے آپ تک پہنچائیں؟

میرے والد (مولانا مفتی محمودؒ) کا تعلق مولانا عبداللہ صاحبؒ کے ساتھ تھا مولانا عبداللہ صاحبؒ ان کے شاگرد

تھے قاسم العلوم ملتان میں پڑھے تھے کچھ عرصے، ساری زندگی ان کے ساتھ دوستی اور تعلق رہا اور حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے بعد جب 1988ء میں اسمبلی میں آیا تو ایک دن مولانا عبداللہ صاحب میرے کمرے میں پہنچے اور میرا انتظار کر رہے تھے میں جب پہنچا تو مجھے کہنے لگے کہ میرا تبادلہ کر دیا گیا ہے لال مسجد سے تو میں نے کہا کہ اب ہم لڑیں گے ہمارے لئے کیا رہ گیا ہے؟ تب میں نے وہ جنگ لڑی اور پوری جمعیت کے جتنے بھی ایم این ایز اور سینیٹرز تھے ہم آ گئے لال مسجد، ان کی جمعہ کی نماز میں......اور جمعہ کی تقریر میں نے کی، خطبہ میں نے پڑھا اور جب میں منبر سے اترا تو میں نے مولانا عبداللہ صاحبؒ سے کہا کہ مصلے پر آپ نے کھڑا ہونا ہے، کسی کا باپ بھی آپ کو اس مصلے سے نہیں ہٹا سکتا نماز انہوں نے پڑھائی اور پھر حکومت کو اپنے احکامات واپس لینے پڑے۔

یہی صورتحال مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید کے ساتھ پیش آئی تھی میں جہاں موجود نہیں تھا، مجھے اطلاع پہنچی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب موجود ہیں پوری جماعت کے ساتھ ہم یہاں پہنچے اب افسوس یہ ہے کہ جن بھائیوں کا ایک ایک مشکل کے موقع پر ہم نے سب سے آگے بڑھ کر ان کا دفاع کیا ہے اب ہمیں پیش کیا جا رہا ہے کہ ہم ان کے دشمن ہیں ان کے مخالف ہیں شرم نہیں آتی ان لوگوں کو......؟ یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ہمارے بھی دشمن ہوں گے اور ان کے بھی دشمن ہوں گے، یہ مدرسے ہمارے ہیں اور ہم نے ان کی حفاظت کرنی ہے ہمیں احساس ہے کہ ایک مدرسہ گرتا ہے گویا کہ ہمارا گھر گرتا ہے اور ایک مدرسہ بنتا ہے تو ہمارا گھر بنتا ہے میں جب اس امت اور اہل حق کی تعبیر کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ ہماری حیثیت ایک تالاب کی ہے تالاب میں ایک کونے سے پانی داخل ہوتا ہے لیکن سطح پورے تالاب کے پانی کی بلند ہوتی ہے اور ایک کونے سے اگر پانی نکلنا شروع ہو جائے تو سطح پورے تالاب کی گرتی ہے لہٰذا جہاں بھی اہل حق کا کوئی فرد طاقتور بنتا ہے تو ہم سب اس سے طاقتور بنتے ہیں اور اگر کہیں کسی کونے میں کمزوری آتی ہے تو ہم سب گرتے ہیں اس سے لہٰذا یہ ایک فرد اور شخصیت کا مسئلہ نہیں ہوتا یہ مدارس ہماری وہ آماجگاہیں ہیں جو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسلام کے قلعے ہیں اور جب کوئی مدرسہ گرتا ہے تو جیسے اسلام کا قلعہ گر رہا ہے، ہم نے ان کو بچانا ہے، ہر وقت ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کیسے ان کو تحفظ دیں؟ کیسے اس سلسلے کو آگے لے جائیں؟ علماء طلباء صلحاء، مدارس......قرآن وحدیث کے خادم ان کی بقاء بھی اسلام کی خدمت ہے اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ امریکہ یہ کبھی نہیں کہے گا کہ اسلام ہم پر غالب ہے اسے یقین ہے کہ مسلمان ہم سے کمزور ہیں لیکن اس تمام تر یقین کے باوجود وہ آپ کے پیچھے کیوں لگا ہوا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی کمزوری ان کے لئے کافی نہیں بلکہ آپ کا خاتمہ ان کے لئے ضروری ہے تو اگر ہم اپنی بقاء کی بھی جنگ لڑ رہے ہیں اور ہماری پالیسیاں اپنی بقاء کے لئے ہیں تو یہ بھی ان کے لئے بڑی تکلیف دہ بات ہے۔

اور ہم اپنی قوت کی حد تک مکلف ہیں قوت سے بڑھ کر ہم مکلف نہیں "لایکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا، واعدوالھم ما استطعتم من قوۃ" اور قوت بھی نکرہ ہے، اس میں عموم ہے یعنی جو قوت ہاتھ آئے حاصل کرو اس کی تیاری کرو، اب ہمارے اور آپ کے ہاتھ میں علمی قوت ہے، جماعتی، سیاسی قوت ہے، جس لحاظ سے ہمارے پاس جو قوت ہے اپنے دین کی بقاء اور سلامتی کے لئے ہم نے وہی کچھ کرنا ہے اور جہاد وہی ہوگا جو اسلام کے فائدے کے لئے ہوگا ورنہ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ چیز نقصان دہ ہے اور پھر بھی ہم لوگ وہی کچھ کریں اور نقصان اسلام کو پہنچے اور پھر اس کو ہم جہاد کہیں یہ کیسا ہوگا؟ اس حوالے سے ہم اللہ اور اس کے دین کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے فائدے کے لئے سوچیں کمزوریاں ہمارے اندر ہیں کم از کم میں اپنے بارے میں یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کررہا اور ہم سب کی یہی حالت ہے، پوری امت کی یہی حالت ہے آج کے دور میں ہم صحابہ کرامؓ کا معیار نہیں اپنا سکتے، اصل معیار وہی تھے تو جب ہماری شخصی زندگی کا معیار اتنا نیچے ہوگا تو ہمارے تجمع سے بنے ہوئے اسلام کی کیا حالت ہوگی؟ ہم اس آئیڈیل اسلام کی بات تو کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن کیا ہم وہ آئیڈیل اسلام اس دنیا میں حاصل کرسکیں گے؟ تو جتنا ہوسکے ہم نے کرنا ہے یہی مدرسے ہیں جو ان کا علمی معیار ہے یہی طالب علم، یہی مذہبی لوگ ہیں جو ان کی استطاعت ہے ہم نے ان حالات واستعداد کے مطابق اس مشن کو زندہ رکھنا ہے۔

اور میں ایک مثال پیش کیا کرتا ہوں کہ ہر عمر کی اپنی صحت ہوتی ہے، 80 سال کے بوڑھے سے بھی پوچھیں کہ: کیا حال ہے؟ تو وہ کہے گا الحمدللہ ٹھیک ہوں، پوچھو صحت کیسی ہے؟ کہے گا بہت اچھی ہے تو کیا اس کا یہ معنی ہے کہ اس کی صحت 25 سالہ نوجوان جیسی صحت ہے؟ نہیں بلکہ اس کی عمر ہے اور اس عمر میں اللہ نے جو صحت اس کو دی ہے اس پر الحمدللہ کہہ رہا ہے اور 20، 25 سال کے نوجوان سے پوچھیں کہ کیا حال ہے تو وہ دوڑتا پھرتا ہے کہتا ہے: میں صحت مند ہوں ٹھیک ٹھاک ہوں، 90 سال کی عمر والے سے آپ پوچھو تو وہ بھی کہتا ہے کہ میں ٹھیک ٹھاک ہوں شکر ہے اللہ کا، بھوک لگتی ہے کھانا کھاتا ہوں، مسجد میں بھی چلا جاتا ہوں نماز پڑھتا ہوں، اب کیا ان دو صحتوں کو آپ ایک درجے میں رکھیں گے؟ تو جو اللہ نے ہمیں نعمت سے نوازا ہے ہمیں اس پر شکر ادا کرنا چاہئے، اور اگر آپ کبھی صوفیاء سے وابستہ ہوں تو وہ تو اپنی بنیادی تعلیمات میں یہ بتلاتے ہیں کہ بڑوں کی طرح نہیں کرنا...... گر جاؤ گے تو اللہ نے ہمیں جو یہ ماحول نصیب کیا ہے اس کو کیسے ہم باقی رکھ سکتے ہیں؟ کتنی اچھائیاں ہم اس میں لاسکتے ہیں، جتنی ہمارے اندر استطاعت ہو اس کی اصلاح کی کوششیں ہونی چاہئے کیونکہ پانچ سال کا بچہ بیمار ہوجائے تو علاج کرواتا ہے اور 90 سال کا بوڑھا بیمار ہوجائے تو علاج تو وہ بھی کرواتا ہے علاج منع نہیں ہے تاہم آپ اصلاحات کی کوششیں کریں بہتر سے بہتر بننے کی کوششیں کریں لیکن یہ نہیں کہ آپ بعینہٖ صحابہ کرامؓ کا ماحول بنانے کی کوششیں کریں یہ بڑا مشکل

ہو جائے گا، حضرت سندھیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حکومت الٰہیہ کے لئے خلافت راشدہ کو معیار بنالینا، یہ سومت الٰہیہ کے ساتھ ظلم ہے" کیونکہ جب آپ معیار اس کو بنالیں گے اور حکومت ہوگی آپ کے ہاتھوں میں تو وہ چیز تو ہوگی نہیں پھر لوگ کہیں گے کہ سرے سے حکومت الٰہیہ ہے ہی نہیں اس نے جھوٹ بولا تھا ہمارے ساتھ۔

تو یہ اکابر نے جو کچھ فرمایا ہے ہمارے لئے فرمایا ہے اور ہمیں ان راہوں پر چلنا ہے مشکلات کی راہیں ہیں اور یہ مشکلات اہل حق کے سامنے آتی ہیں ہم نے بڑے سے بڑے کفر کا مقابلہ کرنا ہے، بڑے سے بڑے جابر کا مقابلہ کرنا ہے ہر ایک کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے لیکن کلمہ حق کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ تدبیر اور تدبر بھی سامنے ہونا چاہئے ہمارے ایک استاد صاحب تھے تو انہیں ایک شاگرد نے کہا کہ: جی! مجھے فلانی مسجد میں امامت مل رہی ہے، آپ مجھے اجازت دیں، تو استاد نے کہا: ٹھیک ہے آپ جائیں لیکن آج کل ربیع الاول کا مہینہ چل رہا ہے اور تم بھی اسی محلے میں ہو جہاں محفل میلاد منائی جاتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلے جمعے میں ایسی تقریر شروع کر دو تو وہ گیا، اس نے تو توحید کی شراب پی ہوئی تھی اس نے وہی تقریر کر دی، جو اس کے اپنے دل میں تھی اس کا استاد ابھی مدرسے میں واپس نہیں آیا تھا کہ طالب علم کا بستر پہلے پہنچ گیا تو اس طرح بھی نہیں کرنا چاہئے کہ ہم حکمت سے بالکل ہٹ کر "ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة" دعوت کا میدان ہے سمجھانے کا میدان ہے دلیل کا میدان ہے تو قوت دلیل اور قوت کردار ہونی چاہئے ان شاء اللہ، اللہ کی مدد حق کے ساتھ ہوا کرتی ہے مشکلات آجاتی ہیں لیکن استقامت کے ساتھ اس کو عبور کرنا ہوتا ہے۔

رہی مولانا عبدالعزیز صاحب کی رہائی کی بات...... تو ایک بات ذہن میں رکھیں کہ ہمارے ملک میں ویسے تو آپ کو بڑے سیاستدان حکومت کرتے ہوئے نظر آئیں گے الیکشن ہو گئے، جمہوریت آگئی سیاسی پارٹیاں آگئیں، حکومت کر رہی ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک کا جو سیاسی پس منظر ہوتا ہے اس میں ایجنسیاں، فوج، ان کے ادارے اور ان کا عمل دخل کسی درجے میں ہر وقت رہتا ہے دوسری بات یہ کہ جس قضیے میں عسکریت ملوث ہو جائے وہاں ایجنسیاں ضرور پہنچتی ہیں اور براہ راست اس میں کردار ادا کرتی ہیں چھپ کر بھی نہیں تو اس پس منظر میں پھر یہ سمجھنا کہ اب تو تمہاری حکومت ہے، اب کیوں مسئلہ حل نہیں ہو رہا؟ ایسا نہیں ہوتا...... ہمہ جہت قوتیں ہیں جہاں ایک فریق اکیلا فیصلہ نہیں کر سکتا تو میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ مولانا عبدالعزیز صاحب کو نہ دیکھیں آپ اس پورے واقعہ کو سامنے رکھیں اور اس پورے واقعہ کی تہہ میں آپ اس شخصیت کو دیکھیں پھر سمجھ میں آجائے گا کہ کہاں کہاں کیا مشکلات ہوتی ہیں تو درجہ بدرجہ ہو رہا ہے کام، حالات کا فائدہ اٹھانا ہوتا ہے جامعہ فریدیہ کھلوانے کے بھی کوئی حالات نہیں تھے لیکن بس کسی طرح ایک ماحول بن گیا اور ہم نے اس کا فائدہ اٹھایا تو یہ ایک تو ہو گیا، جامعہ

حفصہؓ کے حوالے سے بھی یہ ہوا کہ اس کا پلاٹ بھی مسجد کے حوالے اور متبادل جگہ بھی دیں گے، اور اس پر اتفاق بھی ہو گیا ہے اب متبادل جگہ کہاں طے کرتے ہیں؟ تو یہ تو جامعہ کے لوگوں کی ہی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ اور مولانا عبد العزیز صاحب پہلے جیل میں تھے عین انتخابات کے دنوں میں ہم انہیں گیسٹ ہاؤس تک لے آئے، گیسٹ ہاؤس سے ایک بنگلے تک لے گئے ان کو اور ان شاء اللہ معاملہ بھی حل ہو جائے گا۔

یہ الگ بات ہے کہ:

ہے جستجو تو خوب، مگر خوب تر کہا......!

لیکن جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ ایک قوت اکیلے فیصلہ نہیں کر سکتی، تاہم خوب سے خوتر کی طرف لانا اور ایک ایسے ماحول میں کہ وہ پھر سے اس طرح کے ماحول میں ہمارے اور آپ کے بیچ میں بیٹھیں تو اس میں جو مشکلات ہیں وہ شاید میں ہماری طرف سے نہیں، زرداری کی طرف سے بھی نہیں بلکہ یہ مشکلات مختلف اطراف سے ہیں جن کی براہ راست ذمہ داری لوگوں کی نظروں میں تو سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے پر آتی ہے لیکن ہمارے ملکی نظام میں ایسا ممکن نہیں ہوا کرتا تو یہ چیز مدنظر رہے اس حوالے سے اعتماد رہے آپ لوگوں کا رفتہ رفتہ جس طرح ہم آگے بڑھ رہے ہیں اس پورے پس منظر کو دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ہم ایک اچھی رفتار کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی وناصر ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

مکارمِ اخلاق

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مکارمِ اخلاق دس چیزیں ہیں۔ بسا اوقات یہ چیزیں بیٹے میں ہو جاتی ہیں باپ میں نہیں ہوتیں، غلام میں ہو جاتی ہیں آقا میں نہیں ہوتیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا ہے جس کو چاہے عطا کر دیں۔

١......سچ بولنا
٢......لوگوں کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرنا (دھوکہ نہ دینا)
٣......سائل کو عطا کرنا
٤......احسان کا بدلہ دینا
٥......صلہ رحمی کرنا
٦......امانت کی حفاظت کرنا
٧......پڑوسی کا حق ادا کرنا
٨......ساتھی کا حق ادا کرنا
٩......مہمان کا حق ادا کرنا
١٠......ان سب کی جڑ اور اصلِ اصول حیا ہے۔

(بنت قاری محمد زبیر، پیر محل)